بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ آل عمران (۳)

آیت نمبر (28 تا 30)

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ
شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۲۸ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ
صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۲۹
يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚۖۛ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْۗءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ
اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۳۰ ع﴾

ص د ر

(ن) صَدْرًا: (۱) سینے میں درد ہونا۔ (۲) واپس ہونا۔ پھرنا۔ ﴿يَوْمَىِٕذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا﴾ (99/الزلزال:6) ”جس دن واپس ہوں گے لوگ گروہ در گروہ۔“

صَدْرٌ: ج صُدُوْرٌ۔ سینہ۔ ﴿رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۲۵﴾ (20/طٰہٰ:25) ”اے میرے رب! تو کھول دے میرے لیے میرے سینے کو۔“

(افعال) اِصْدَارًا: واپس کرنا۔ واپس لے جانا یعنی پھیرنا۔ ﴿لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاۗءُ﴾ (28/القصص:23) ”ہم نہیں پلاتے یہاں تک کہ واپس لے جائیں چرواہے۔“

ء م د

(س) اَمَدًا: غصہ ہونا (کسی چیز کے انجام کے پیش نظر)۔

اَمَدٌ: کسی چیز کی انتہا۔ مدت۔ ﴿اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ۲۵﴾ (72/الجن:25) ”یا مقرر کرے گا اس کے لیے میرا رب ایک مدت۔“

ترکیب

مِنَ اللّٰهِ سے مراد ہے مِنْ دِيْنِ اللّٰهِ۔ اِلَّا کا استثناء لَا يَتَّخِذِ کے لیے ہے۔ مِنْ خَيْرٍ اور مِنْ سُوْۗءٍ کا مِنْ تبعیضیہ ہے۔ مُّحْضَرًا حال ہے۔ تَوَدُّ کا فاعل اس میں ھِیَ کی ضمیر ہے جو كُلُّ نَفْسٍ کے لیے ہے۔ اَمَدًا بَعِيْدًا مبتداء مؤخر نکرہ ہے اور اَنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

ترجمہ

لَا يَتَّخِذِ	الْمُؤْمِنُوْنَ	الْكٰفِرِيْنَ	اَوْلِيَآءَ	مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ	وَمَنْ يَّفْعَلْ
چاہیے کہ مت بنائیں	مومن لوگ	کافروں کو	دوست	مومنوں کے علاوہ	اور جو کرے گا

ذٰلِكَ	فَلَيْسَ	مِنَ اللّٰهِ	فِيْ شَيْءٍ	اِلَّآ	اَنْ	تَتَّقُوْا
یہ	تو وہ نہیں ہے	اللہ (کے دین) سے	کسی چیز میں	سوائے اس کے	کہ	تم لوگ بچو

مِنْهُمْ	تُقٰىةً	وَيُحَذِّرُ	كُمُ	اللّٰهُ	نَفْسَهٗ 543
ان سے	جیسے بچنا چاہیے	اور محتاط رہنے کی تلقین کرتا ہے	تم لوگوں کو	اللہ	اس کے نفس (یعنی غضب) سے

وَاِلَى اللّٰهِ	الْمَصِيْرُ	قُلْ	اِنْ	تُخْفُوْا	مَا	فِيْ صُدُوْرِكُمْ
اور اللہ کی طرف ہی	لوٹنا ہے	آپؐ کہیے	اگر	تم لوگ چھپاؤ	اس کو جو	تمہارے سینوں میں ہے

اَوْ	تُبْدُوْهُ	يَعْلَمْهُ	اللّٰهُ	وَيَعْلَمُ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ
یا	تم لوگ ظاہر کرو اس کو	تو جانتا ہے اس کو	اللہ	اور وہ جانتا ہے	اسکو جو	آسمانوں میں ہے

وَمَا	فِي الْاَرْضِ	وَاللّٰهُ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ	يَوْمَ	تَجِدُ
اور اس کو جو	زمین میں ہے	اور اللہ	ہر چیز پر	قادر ہے	جس دن	پائے گی

كُلُّ نَفْسٍ	مَّا	عَمِلَتْ	مِنْ خَيْرٍ	مُّحْضَرًا	وَّمَا
ہر ایک جان	اس کو جو	اس نے عمل کیا	کسی بھی بھلائی میں سے	حاضر کیا ہوا	اور اس کو جو

عَمِلَتْ	مِنْ سُوْٓءٍ	تَوَدُّ	لَوْ	اَنَّ	بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ
اس نے عمل نے	کسی بھی برائی میں سے	وہ چاہے گی	کاش	کہ	اس (نفس) کے اور اس (برائی) کے مابین

اَمَدًاۢ بَعِيْدًا	وَيُحَذِّرُ	كُمُ	اللّٰهُ	نَفْسَهٗ
انتہائی دوری ہوتی	اور محتاط رہنے کی تلقین کرتا ہے	تم لوگوں کو	اللہ	اپنے نفس (یعنی غضب) سے

وَاللّٰهُ	رَءُوْفٌۢ	بِالْعِبَادِ
اور اللہ	بہت نرمی کرنے والا ہے	بندوں سے

نوٹ۔1

آیات زیرِ مطالعہ کے علاوہ بھی قرآن مجید میں متعدد مقامات پر غیر مسلموں سے تعلقات کی ممانعت آئی ہے۔ اس حکم کا ایک استثناء آیات زیر مطالعہ میں اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا کے الفاظ میں آیا ہے اور دوسرا استثناء آیت نمبر ۶۰/۸ میں ہے۔ اس مسئلہ پر مفتی محمد شفیع نے معارف القرآن میں کافی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

باہمی تعلقات میں ایک درجہ قلبی تعلق کا ہے۔ جس میں یہ چیزیں آتی ہیں۔ (i) مودّت یعنی ایک دوسرے کے دل میں باہمی چاہت اور محبت کا رشتہ استوار کرنا (۵۸/۲۲)۔ (ii) دوسرے کو اپنا ولیجہ یعنی دل کا بھیدی اور راز دار بنانا (۹/۱۶)۔ (iii) دوسرے کو اپنا ولی یعنی حمایتی اور کارساز بنانا اور ضرورت ہو تو اس کا احسان لینے میں تکلف نہ کرنا (آیت زیر مطالعہ)۔ قلبی تعلق کے اس درجہ کے لیے ''موالات'' کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے اور اس درجہ کے تعلقات مومنوں کے علاوہ کسی دوسرے کے ساتھ جائز نہیں ہیں۔

تعلقات کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے، ان کا حق ادا کیا جائے اور حالات اجازت دیں تو ان پر احسان کیا جائے۔ اس کے لیے ''مواسات'' کی اصطلاح ہے۔ اس درجہ کے تعلقات مسلمانوں اور ذمی کافر کے علاوہ ایسے کافر کے ساتھ بھی جائز ہیں جس کی قوم مسلمانوں کے ساتھ حالتِ جنگ میں نہ ہو۔ البتہ حربی کافر کے ساتھ اس درجہ کے تعلقات بھی جائز نہیں ہیں (آیت نمبر۔ ۶۰/۸)

تعلقات کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ جن لوگوں سے رسمی میل ملاقات اور راہ و رسم ہو، ان کے ساتھ ہنس مکھ ہو اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ اس کے لیے ''مدارات'' کی اصطلاح ہے اور یہ تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے اور آیت زیرِ مطالعہ اِلَّآ اَنۡ تَتَّقُوۡا سے یہی درجہ مراد ہے۔

چوتھا درجہ یہ ہے کہ کسی کے ساتھ تجارت، ملازمت، اُجرت، صنعت یا حرفت کا معاملہ کیا جائے۔ اس کے لیے ''معاملات'' کی اصطلاح ہے اور یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اس بات کی سند ہے۔ البتہ حربی کافر کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

آیت نمبر (31 تا 34)

﴿ قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝٣١ قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ‌ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ ۝٣٢ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوۡحًا وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَۙ ۝٣٣ ذُرِّيَّةًۢ بَعۡضُهَا مِنۡۢ بَعۡضٍ‌ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌۚ ۝٣٤ ﴾

ترکیب

حرف شرط اِنۡ ماضی (كُنۡتُمۡ) پر آیا ہے اس لیے اس کا عمل ظاہر نہیں ہوا لیکن وہ محلاً مجزوم ہے۔ جواب شرط میں فعل امر اِتَّبِعُوۡا آیا ہے جو کہ از خود مجزوم ہوتا ہے۔ يُحۡبِبۡ اور يَغۡفِرۡ جواب شرط نہیں ہیں بلکہ اِتَّبِعُوۡا کا جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہیں۔ تَوَلَّوۡا کے دو امکانات ہیں۔ یہ ماضی میں جمع مذکر غائب کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے اور مضارع میں جمع مذکر مخاطب تَتَوَلَّوۡنَ بھی ہوسکتا ہے۔ اس کی پہلی تا حذف ہوئی اور شرط ہونے کی وجہ سے نون اعرابی گرا تو تَوَلَّوۡا آیا۔ پیچھے فعل امر مخاطب اَطِيۡعُوۡا آیا ہے اس لیے اس کو جمع مذکر مخاطب ماننا بہتر ہے۔ اٰدَمَ، نُوۡحًا اور اٰلَ مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں جب کہ اِبۡرٰهِيۡمَ اور عِمۡرٰنَ مجرور ہیں کیونکہ یہ اٰلَ کا مضاف الیہ ہیں۔ ذُرِّيَّةً حال ہے۔

ترجمہ

يُحۡبِبۡكُمُ	فَاتَّبِعُوۡنِىۡ	اللّٰهَ	تُحِبُّوۡنَ	كُنۡتُمۡ	اِنۡ	قُلۡ
تو محبت کرے گا تم سے	تو پھر پیروی کرو میری	اللہ سے	تم محبت کرتے ہو	تم لوگ ہو کہ	اگر	آپؐ کہیئے

غَفُوۡرٌ	وَاللّٰهُ	ذُنُوۡبَكُمۡ	لَـكُمۡ	وَيَغۡفِرۡ	اللّٰهُ
بے انتہا بخشنے والا ہے	اور اللہ	تمہارے گناہوں کو	تمہارے لیے	اور وہ بخش دے گا	اللہ

فَاِنۡ	وَالرَّسُوۡلَ	اللّٰهَ	اَطِيۡعُوا	قُلۡ	رَّحِيۡمٌ
پھر اگر	اور رسولؐ کی	اللہ کی	تم لوگ اطاعت کرو	آپؐ کہیئے	ہمیشہ رحم کرنے والا ہے

اللّٰهَ	اِنَّ	الۡكٰفِرِيۡنَ	لَا يُحِبُّ	اللّٰهَ	فَاِنَّ	تَوَلَّوۡا
اللہ نے	یقیناً	انکار کرنے والوں سے	محبت نہیں کرتا	اللہ	تو یقیناً	تم لوگ روگردانی کرو گے

وَاٰلَ عِمۡرٰنَ	وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ	وَنُوۡحًا	اٰدَمَ	اصۡطَفٰۤى
اور عمران کے پیروکاروں کو	اور ابراہیمؑ کے پیروکاروں کو	اور نوحؑ کو	آدمؑ کو	چن لیا

عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ	ذُرِّیَّۃً	بَعۡضُہَا مِنۡۢ بَعۡضٍ	وَاللّٰہُ	سَمِیۡعٌ
تمام جہان (والوں) پر	اولاد ہوتے ہوئے	ان کا کوئی کسی کی	اور اللہ	543 سننے والا ہے

عَلِیۡمٌ
جاننے والا ہے

نوٹ۔ 1

آیت نمبر ۲/۴۹ کے نوٹ۔ ا میں واضاحت کی جا چکی ہے کہ کسی نبی کی پیروی کرنے والے اس کی آل میں ہیں خواہ نبی سے ان کا نسلی رشتہ ہو یا نہ ہو۔ غالباً اسی لیے آیت زیرِ مطالعہ میں یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ آلِ ابراہیم اور آلِ عمران میں سے جن کو اللہ نے چُنا وہ ان کی نسل سے تھے۔

آیت نمبر (35 تا 36)

﴿ اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ
الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتۡہَا قَالَتۡ رَبِّ اِنِّیۡ وَضَعۡتُہَاۤ اُنۡثٰی ؕ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡ ؕ وَلَیۡسَ الذَّکَرُ
کَالۡاُنۡثٰی ۚ وَاِنِّیۡ سَمَّیۡتُہَا مَرۡیَمَ وَاِنِّیۡۤ اُعِیۡذُہَا بِکَ وَذُرِّیَّتَہَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ﴿۳۶﴾ ﴾

و ض ع

(ن) وَضۡعًا (۱) تیز چلنا۔ دوڑنا۔
(۲) کسی چیز کو اُتار کر نیچے رکھنا۔ (i) اُتارنا (ii) رکھنا۔ (iii) بچہ جننا ﴿ وَوَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ ۙ﴿۲﴾ ﴾ (94/الم نشرح:2) ’’اور ہم نے اُتارا آپؐ سے آپؐ کا بوجھ۔‘‘ ﴿ حَتّٰی تَضَعَ الۡحَرۡبُ اَوۡزَارَہَا ﴾ (47/محمدؐ:4) ’’یہاں تک کہ جنگ رکھ دے اپنے بوجھ یعنی ہتھیار۔‘‘

مَوۡضُوۡعٌ اسم المفعول ہے۔ رکھا ہوا۔ ﴿ وَّ اَکۡوَابٌ مَّوۡضُوۡعَۃٌ ﴿ۙ۱۴﴾ ﴾ (88/الغاشیۃ:14) ’’اور آبخورے رکھے ہوئے۔‘‘

مَوۡضَعٌ ج مَوَاضِعُ ۔ مَفۡعَلٌ کے وزن پر اسم الظرف ہے۔ رکھنے کی جگہ۔ مقام۔ ﴿ یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِہٖ ﴾ (4/النساء:46) ’’اور وہ لوگ جھکاتے ہیں بات کو اس کی جگہ سے۔‘‘

(افعال) اِیۡضَاعًا تیز چلانا۔ دوڑانا۔ ﴿ لَا۠اَوۡضَعُوۡا خِلٰلَکُمۡ ﴾ (9/التوبۃ:47) ’’اور وہ لوگ ضرور دوڑاتے تم لوگوں کے بیچ میں۔‘‘

ترکیب

اِمۡرَاَتُ لمبی تا سے لکھا گیا ہے یہ قرآن مجید کا مخصوص املا ہے۔ اِمۡرَاَتُ کا مضاف الیہ عِمۡرَانَ ہے۔ نَذَرۡتُ کا مفعول مَا ہے۔ مُحَرَّرًا اسم المفعول ہے اور حال ہے۔ اِنِّیۡ میں ہر جگہ یائے متکلم کی ضمیریں اِمۡرَاَتُ عِمۡرَانَ کے لیے ہیں، درمیان میں وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ سے کَالۡاُنۡثٰی تک جملہ معترضہ ہے۔ اُنۡثٰی حال ہے۔

ترجمہ

اِذۡ	قَالَتِ	امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ	رَبِّ	اِنِّیۡ	نَذَرۡتُ	لَکَ
جب	کہا	عمران کی بیوی نے	اے میرے رب	بیشک میں نے	منت مانی	تیرے لیے

مَا	فِیۡ بَطۡنِیۡ	مُحَرَّرًا	فَتَقَبَّلۡ	مِنِّیۡ
اس کی جو	میرے پیٹ میں ہے	آزاد کیا ہوا ہوتے ہوئے	پس تو قبول فرما	مجھ سے

اِنَّکَ	اَنۡتَ السَّمِیۡعُ	الۡعَلِیۡمُ	فَلَمَّا	وَضَعَتۡہَا	قَالَتۡ
بیشک تو	ہی سننے والا ہے	جاننے والا ہے	پھر جب	اس نے جنا اس کو	تو اس نے کہا

رَبِّ	اِنِّیْ	وَضَعْتُھَآ	اُنْثٰی	وَاللّٰہُ	اَعْلَمُ	بِمَا 543
اے میرے رب	بیشک میں نے	جنا اس کو	مؤنث	اور اللہ	زیادہ جانتا ہے	اس کو جو

وَضَعَتْ	وَلَیْسَ الذَّکَرُ	کَالْاُنْثٰی	وَاِنِّیْ	سَمَّیْتُھَا	مَرْیَمَ
اس نے جنا	اور نہیں ہے مذکر	مؤنث کی مانند	اور بیشک میں نے	نام رکھا اس کا	مریم

وَاِنِّیْٓ	اُعِیْذُھَا	بِکَ	وَذُرِّیَّتَھَا	مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
اور بیشک میں	پناہ میں دیتی ہوں اس کو	تیری	اور اس کی اولاد کو	دھتکارے ہوئے شیطان سے

آیت نمبر (37 تا 38)

﴿ فَتَقَبَّلَھَا رَبُّھَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَھَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَھَا زَكَرِیَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْھَا زَكَرِیَّا
الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَھَا رِزْقًا ۚ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ ھٰذَا ۭ قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ
یَّشَاۗءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۳۷ ھُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّكَ
سَمِیْعُ الدُّعَاۗءِ ۳۸ ﴾

ک ف ل

(ن۔ض) كَفْلًا : کسی شخص یا مال کا ضامن ہونا۔

كَفَالَةً : کسی کی ضروریات کا ضامن ہونا۔ رکھوالی کرنا۔ کفالت کرنا۔ ﴿ ھَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓی اَھْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ ﴾ (28/القصص:12) ’’کیا میں پتہ بتاؤں تم لوگوں کو ایک ایسے گھر والوں کا جو پال پوس دیں گے اس کو تمہارے لیے۔‘‘

كَفِیْلٌ : فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔(۱) ضمانت دینے والا یعنی ضامن۔(۲) رکھوالی کرنے والا یعنی رکھوالا۔ نگراں۔ ﴿ وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَیْكُمْ كَفِیْلًا ۭ ﴾ (16/النحل:91) ’’اور تم لوگ بنا چکے ہو اللہ کو اپنا ضامن۔‘‘

كِفْلٌ : اسم ذات ہے۔ (۱) ضمانت۔(۲) حصہ (اچھے یا برے نتیجے میں)۔ ﴿ وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْھَا ۭ ﴾ (4/النساء:85) ’’اور جو سفارش کرتا ہے، کوئی بری سفارش تو ہوگا اس کے لیے ایک حصہ اس میں سے۔‘‘

ذَاالْكِفْلِ : ایک نبی کا نام ہے۔ ﴿ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ ﴾ (21/الانبیاء:85) ’’اور اسمٰعیلؑ کو اور ادریسؑ اور ذاالکفلؑ کو۔‘‘

(افعال) اِكْفَالًا : کسی کو کسی کی کفالت میں دینا۔

اَكْفِلْ : فعل امر ہے۔ تو کفالت میں دے۔ ﴿ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْھَا ﴾ (38/صٓ:23) ’’پھر اس نے کہا تو میری کفالت میں دے اس کو۔‘‘

(تفعیل) تَكْفِیْلًا : کسی کو کفیل بنانا۔ آیت زیر مطالعہ۔

ترکیب

تَقَبَّلَھَا اور اَنْۢبَتَھَا میں ضمیر مفعولی مریم کے لیے ہے اور ان کا فاعل رَبُّھَا ہے۔ بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ اور نَبَاتًا حَسَنًا ثلاثی مجرد سے مفعولی مطلق آئے ہیں، جب کہ فعل علی الترتیب باب تَفَعُّل اور افعال سے آئے ہیں۔ (دیکھیں آیت نمبر۔۲/۱۰۰۔ نوٹ 1)

كَفَّلَ کا فاعل اس میں هُوَ کی ضمیر ہے جو رب کے لیے ہے، هَا مفعول اور زَكَرِيَّا مفعول ثانی ہے۔ زَكَرِيَّا مبنی کی طرح استعمال ہوتا ہے اس لیے اس کی رفع، نصب اور جرّ ظاہر نہیں ہوتی۔ كُلَّمَا حرف شرط ہے۔ دَخَلَ کا فاعل زَكَرِيَّا ہے۔ اَلْمِحْرَاب ظرف ہے۔ وَجَدَ عِنْدَ هَا جواب شرط ہے۔

ترجمہ

فَتَقَبَّلَهَا	رَبُّهَا	بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ	وَّ اَنْۢبَتَهَا
تو قبول کیا اس کو	اس کے رب نے	خوبصورت قبول کرنا	اور اس نے نشونما کی اس کی

نَبَاتًا حَسَنًا	وَّ كَفَّلَهَا	زَكَرِيَّا	كُلَّمَا	دَخَلَ
خوبصورت نشوونما کرنا	اور اس نے کفیل بنایا ان کا	زکریا کو	جب کبھی	داخل ہوتے

عَلَيْهَا	زَكَرِيَّا	الْمِحْرَابَ	وَجَدَ	عِنْدَهَا	رِزْقًا	قَالَ	يٰمَرْيَمُ
ان پر	زکریا	محراب میں	تو وہ پاتے	ان کے پاس	کچھ رزق	تو وہ کہتے	اے مریم

اَنّٰى	لَكِ	هٰذَا	قَالَتْ	هُوَ	مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ	اِنَّ اللّٰهَ	يَرْزُقُ
کہاں سے	تیرے لیے	یہ ہے	تو وہ کہتیں	یہ	اللہ کے پاس سے ہے	بیشک اللہ	رزق دیتا ہے

مَنْ	يَّشَآءُ	بِغَيْرِ حِسَابٍ	هُنَالِكَ	دَعَا	زَكَرِيَّا	رَبَّهٗ
اس کو جس کو	وہ چاہتا ہے	کسی حساب کے بغیر	وہیں	پکارا	زکریا نے	اپنے رب کو

قَالَ	رَبِّ	هَبْ	لِيْ	مِنْ لَّدُنْكَ	ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً	اِنَّكَ
انہوں نے کہا	اے میرے رب	تو عطا کر	میرے لیے	اپنے خزانے سے	ایک پاکیزہ اولاد	بیشک تو

سَمِيْعُ الدُّعَآءِ
دُعا کا سننے والا ہے۔

آیت نمبر (39 تا 40)

﴿ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ
سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝٣٩ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَ امْرَاَتِيْ
عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝٤٠ ﴾

ع	ق	ر

(ض)　عَقْرًا　(۱) درخت کو جڑ سے کاٹنا۔ (۲) چوپائے کی ٹانگیں کاٹنا۔ (۳) اپنی نسل کاٹنا یعنی بانجھ ہونا۔ ﴿ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ ﴾ (7/الاعراف:77) ''پھر ان لوگوں نے ٹانگیں کاٹیں اونٹنی کی۔''

عَاقِرٌ　فَاعِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ کاٹنے والا۔ بانجھ (یہ مذکر اور مؤنث، دونوں کے لیے آتا ہے)۔ آیت زیر مطالعہ۔

ترکیب

واؤ حالیہ ہے اور یہ هُوَ کا حال ہے۔ جب کہ قَآئِمٌ کا حال يُصَلِّيْ ہے۔ مُصَدِّقًا۔ سَيِّدًا۔ حَصُوْرًا۔ نَبِيًّا، یہ سب يَحْيٰى کے حال ہیں۔ يَكُوْنُ کانَ تامہ ہے۔

ترجمہ

يُّصَلِّيْ	قَآئِمٌ	هُوَ	وَ	الْمَلٰٓئِكَةُ	فَنَادَتْهُ
نماز پڑھتے ہوئے	کھڑے تھے	وہ	اس حال میں کہ	فرشتوں نے	تو آواز دی ان ؑ کو

543

مِّنَ اللّٰهِ	بِكَلِمَةٍ	مُصَدِّقًا	بِيَحْيٰى	يُبَشِّرُكَ	اللّٰهَ	اَنَّ	فِي الْمِحْرَابِ
اللہ (کی طرف) سے	ایک فرمان کی	تصدیق کرنیوالا ہوتے ہوئے	یحیٰؑ کی	بشارت دینے دیتا ہے آپ ؑ کو	اللہ	کہ	محراب میں

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ	وَّنَبِيًّا	وَّحَصُوْرًا	وَسَيِّدًا
صالحین میں سے	اور نبی ہوتے ہوئے	اور عورتوں سے الگ ہوتے ہوئے	اور سردار ہوتے ہوئے

وَّ	غُلٰمٌ	لِيْ	يَكُوْنُ	اَنّٰى	رَبِّ	قَالَ
اس حال میں کہ	کوئی لڑکا	میرے لیے	ہوگا	کہاں سے	اے میرے رب	انہوں ؑ نے کہا

كَذٰلِكَ	قَالَ	عَاقِرٌ	وَامْرَاَتِيْ	الْكِبَرُ	قَدْ بَلَغَنِيَ
اس طرح (ہی ہے)	(فرشتے نے) کہا	بانجھ ہے	اور میری عورت	بڑھاپا	پہنچ چکا ہے مجھ کو

يَشَآءُ	مَا	يَفْعَلُ	اللّٰهُ
وہ چاہتا ہے	وہ جو	کرتا ہے	اللہ

نوٹ۔1 بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

آیت نمبر (41تا43)

﴿قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ
سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى
نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾﴾

ر م ز

(ن۔ض) رَمْزًا اشاروں میں بات سمجھانا۔ اشارہ کرنا۔

رَمْزٌ اسم ذات بھی ہے۔ اشارہ۔ آیت زیر مطالعہ۔

ع ش و

(ن) عَشْوًا آنکھ میں موتیا اُترنے کی وجہ سے دھندلا نظر آنا۔ (۲) کسی طرف سے آنکھ بند کرنا۔ جی چرانا۔ ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ﴾ (43/الزخرف:36) ''اور جو آنکھ چراتا ہے رحمن کی یاد سے۔''

عِشَآءٌ رات کی ابتدائی تاریکی۔ ﴿وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ؕ﴾ (12/یوسف:16) ''اور وہ آئے اپنے والد کے پاس مغرب کے بعد روتے ہوئے۔''

عَشِيَّةٌ ج عَشِيٌّ۔ شام۔ ﴿لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾ ع﴾ (79/النّٰزعٰت:46) ''وہ لوگ نہیں ٹھہرے مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے۔''

ترکیب

اٰیَتُکَ مبتداء ہے، اس کی خبر محذوف ہے اور اَلَّا تُکَلِّمَ ، اٰیَۃٌ کا بدل ہے۔ اَلَّا دراصل اَنْ لَا ہے اور اَنْ نے تُکَلِّمَ کو منصوب کیا ہے۔ اس کا مفعول النَّاسَ ہے۔ ثَلٰثَۃَ ظرف اور رَمْزًا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ وَاذْکُرْ کا مفعول مطلق ذِکْرًا محذوف ہے اور کَثِیْرًا اس کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

ترجمہ

قَالَ	رَبِّ	اجْعَلْ	لِّیْٓ	اٰیَۃً	قَالَ	اٰیَتُكَ
(زکریاؑ) کہا	اے میرے رب	تو بنا	میرے لیے	ایک نشانی	(اللہ تعالیٰ نے) کہا	تیری نشانی ہے

اَلَّا تُكَلِّمَ	النَّاسَ	ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ	اِلَّا	رَمْزًا	وَاذْكُرْ	رَّبَّكَ
کہ تو کلام نہیں کرے گا	لوگوں سے	تین دن	مگر	اشارے سے	اور تو یاد کر	اپنے رب کو

كَثِيْرًا	وَّسَبِّحْ	بِالْعَشِيِّ	وَالْاِبْكَارِ	وَاِذْ	قَالَتِ	الْمَلٰٓئِكَةُ
کثرت سے	اور تو تسبیح کر	شاموں کو	اور صبح سویرے	اور جب	کہا	فرشتوں نے

يٰمَرْيَمُ	اِنَّ اللّٰهَ	اصْطَفٰىكِ	وَطَهَّرَكِ	وَاصْطَفٰىكِ
اے مریم	یقیناً اللہ نے	چُن لیا آپ کو	اور اس نے پاک کیا آپ کو	اور اس نے چُنا آپ کو

عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ	يٰمَرْيَمُ	اقْنُتِىْ	لِرَبِّكِ	وَاسْجُدِىْ
تمام جہانوں کی عورتوں پر	اے مریم	آپ فرمانبرداری کریں	اپنے رب کی	اور آپ سجدہ کریں

وَارْكَعِىْ	مَعَ الرّٰكِعِيْنَ
اور آپ رکوع کریں	رکوع کرنے والوں کے ساتھ

نوٹ۔1

لفظ رَمْزٌ میں بنیادی مفہوم ہے ہونٹ کی حرکت سے اشارہ کرکے بات سمجھانا۔ جب کہ اَبرو اور آنکھ سے اشارہ کرکے بات سمجھانے کو غَمْزٌ کہتے ہیں اور یہ لفظ باب تفاعل سے آیت نمبر (83/المطففین:30) 8 میں آیا ہے۔

آیت نمبر (44تا46)

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ
مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ
مِّنْهُ ۖۗ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ يُكَلِّمُ
النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾﴾

و	ح	ی

(ض) وَحْيًا : پوشیدہ پیغام بھیجنا۔ الہام کرنا۔

وَحْیٌ : اسم ذات ہے۔ پوشیدہ پیغام۔ الہام۔ وحی۔ ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا﴾ (42/شوریٰ:51) ''اور نہیں ہے کسی بشر کے لیے کہ کلام کرے اس سے اللہ مگر الہام سے یا پردے کے پیچھے سے یا وہ بھیجے ایک پیغامبر یعنی فرشتہ۔''

(افعال) اِیۡحَاءً پوشیدہ پیغام بھیجنا۔ الہام کرنا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔ (یہ ثلاثی مجرد کے ہم معنی ہے لیکن قرآن مجید میں 543 اَفعال ثلاثی مجرد سے نہیں بلکہ باب افعال سے آئے ہیں)۔

ک ھ ل

(ف) کُھُوۡلًا ادھیڑ عمر کا ہونا۔
کَھۡلٌ ادھیڑ عمری کا زمانہ۔ آیت زیر مطالعہ۔

ترکیب

ذٰلِکَ مبتداء ہے اس کی خبر اَنۡبَاءٌ محذوف ہے۔ مِنۡ اَنۡبَاءِ الۡغَیۡبِ قائم مقام خبر ہے۔ نُوۡحِیۡهِ جملہ فعلیہ ہے اور ذٰلِکَ کی خبر ثانی ہے۔ اِلَیۡکَ متعلق خبر ہے۔ اِسۡمُهٗ مبتداء ہے اور اَلۡمَسِیۡحُ اس کی خبر ہے، جب کہ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ بدل ہے اَلۡمَسِیۡحُ کا۔ وَجِیۡهًا اور کَهۡلًا حال ہیں۔

ترجمہ

ذٰلِكَ	مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ	نُوۡحِيۡهِ	اِلَيۡكَ	وَمَا كُنۡتَ
یہ	غیب کی خبروں میں سے ہے	ہم وحی کرتے ہیں اس کو	آپؐ کی طرف	اور آپؐ نہیں تھے۔

لَدَيۡهِمۡ	اِذۡ	يُلۡقُوۡنَ	اَقۡلَامَهُمۡ	اَيُّهُمۡ	يَكۡفُلُ	مَرۡيَمَ
ان کے پاس	جب	ڈالتے تھے	اپنے قلم	(کہ) ان سے کون	کفالت کرے گا	مریم کی

وَمَا كُنۡتَ	لَدَيۡهِمۡ	اِذۡ	يَخۡتَصِمُوۡنَ	س اِذۡ قَالَتِ	الۡمَلٰٓئِكَةُ
اور آپؐ نہیں تھے	ان کے پاس	جب	وہ لوگ ایک دوسرے سے اُلجھ رہے تھے	جب کہا	فرشتوں نے

يٰمَرۡيَمُ	اِنَّ اللّٰهَ	يُبَشِّرُكِ	بِكَلِمَةٍ	مِّنۡهُ	اسۡمُهُ
اے مریم	بیشک اللہ	بشارت دیتا ہے آپ کو	ایک فرمان کی	اپنی (طرف) سے	اس کا نام

الۡمَسِيۡحُ	عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ	وَجِيۡهًا	فِى الدُّنۡيَا	وَالۡاٰخِرَةِ
مسیحؑ ہے	جو عیسیٰؑ ابن مریم ہیں	بلند رُتبہ ہوں گے	دنیا میں	اور آخرت میں

وَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ	يُكَلِّمُ	النَّاسَ	فِى الۡمَهۡدِ	وَكَهۡلًا
اور (وہ ہوں گے) مقربین میں سے	اور وہ کلام کریں گے	لوگوں سے	گھوارے میں	اور ادھیڑ عمر ہوتے ہوئے

وَّمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ
اور (وہ ہوں گے) صالحین میں سے

نوٹ۔1

یہاں حضرت عیسیٰؑ کے دو معجزوں کا ذکر ہے۔ ایک یہ کہ وہ گھوارے میں لوگوں سے کلام کریں گے۔ دوسرا یہ کہ ادھیڑ عمری کی حالت میں کلام کریں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ دودھ پیتے بچے کا کلام کرنا تو معجزہ ہے لیکن ادھیڑ عمری میں تو ہر شخص کلام کرتا ہے۔ اس کو معجزے کے طور پر بیان کرنے کا کیا مطلب ہے۔

یہ بات سب مانتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے عقیدہ کے مطابق پھانسی دیے جانے کے وقت اور اسلامی عقیدے کے مطابق آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت حضرت عیسیٰؑ کی عمر 30 اور 35 سال کے درمیان تھی۔ اس طرح وہ ادھیڑ عمر کو پہنچے ہی نہیں۔

اب یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں اور ادھیڑ عمر کو پہنچیں۔ اس لیے جس طرح ان کا بچپن کا کلام معجزہ تھا اسی طرح ادھیڑ عمری کا کلام بھی معجزہ ہوگا۔ (معارف القرآن سے ماخوذ)۔

آیت نمبر (47 تا 48)

﴿ قَالَتۡ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ وَلَدٌ وَّ لَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ ؕ قَالَ کَذٰلِکِ اللّٰہُ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۴۷﴾ وَ یُعَلِّمُہُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ التَّوۡرٰىۃَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ ﴿ۚ۴۸﴾ ﴾

ترکیب

یُعَلِّمُہٗ کا فاعل اس میں ھُوَ کی ضمیر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جب کہ ضمیر مفعولی ہٗ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے اور یہ یُعَلِّمُ کا مفعول اوّل ہے۔ اَلۡکِتٰبَ سے وَالۡاِنۡجِیۡلَ تک مفعول ثانی ہیں۔

ترجمہ

قَالَتۡ	رَبِّ	اَنّٰی	یَکُوۡنُ	لِیۡ	وَلَدٌ	وَّ
(بی بی مریم نے) کہا	اے میرے رب	کہاں سے	ہوگا	میرے لیے	کوئی لڑکا	اس حال میں کہ

لَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ	بَشَرٌ	قَالَ	کَذٰلِکِ	اللّٰہُ	یَخۡلُقُ	مَا
چھوا ہی نہیں مجھ کو	کسی بشر نے	(فرشتے نے) کہا	اس طرح ہی ہے	اللہ	پیدا کرتا ہے	اس کو جس کو

یَشَآءُ	اِذَا	قَضٰۤی	اَمۡرًا	فَاِنَّمَا	یَقُوۡلُ
وہ چاہتا ہے	جب بھی	وہ فیصلہ کرتا ہے	کسی کام کا	تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	وہ کہتا ہے

لَہٗ	کُنۡ	فَیَکُوۡنُ	وَیُعَلِّمُہٗ	الۡکِتٰبَ	وَالۡحِکۡمَۃَ
اس سے	تو ہو جا	پس وہ ہو جاتا ہے	اور وہ علم دے گا ان ؑ کو	کتاب کا	اور حکمت کا

وَالتَّوۡرٰىۃَ	وَالۡاِنۡجِیۡلَ
اور تورات کا	اور انجیل کا

نوٹ 1

کُنۡ فَیَکُوۡنُ کا ہم لوگوں کے ذہن میں تصور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کوئی حکم دیتا ہے تو وہ پلک جھپکتے ہی فوراً ہو جاتا ہے، جب کہ فَیَکُوۡنُ کا یہ مطلب نہیں ہے اس کا مطلب بس اتنا ہے کہ وہ ہو جاتا ہے، خواہ فوری طور پر ہو یا کچھ وقت لگے۔ اب نوٹ کر لیں کہ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ عالم امر میں اس کے احکام کی تعمیل فوری ہوتی ہے۔ جب کہ عالم خلق میں تدریج کا اصول کارفرما ہے اور یہاں وقت لگتا ہے۔

مثال کے طور پر کسان جب زمین میں بیج ڈالتا ہے تو کچھ بیج نہیں پھوٹتے کیونکہ انہیں حکم نہیں ملا۔ یہ وہ بیج ہیں جو ضائع ہو گئے۔ لیکن جن بیجوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہو جاتا ہے کہ کُنۡ یعنی درخت ہو جا، تو ان کے اندر اس کیمیائی تبدیلی کا عمل فوری طور پر شروع ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں بیج پوٹتا ہے۔ یہ عالم امر ہے اور یہاں حکم کی تعمیل فوری ہے۔ لیکن کیمیائی تبدیلی کے نتیجے میں بیج کا پھوٹنا، اکھوے کا نکلنا، پودا بننا پھر درخت بننا اور پھل آنا، یہ سب عالم خلق ہے۔ اس میں وقت لگتا ہے اور یہاں تدریج کا اصول کارفرما ہے۔

نوٹ-1

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوتورات اورانجیل کی تعلیم دینے کا مطلب تو واضح ہے،لیکن یہاں الکتٰب اورالحکمۃ کی تعلیم دینے سے کیا مراد ہے،اس ضمن میں آراء مختلف ہیں۔ میرا ذہن شیخ الہندؒ کی رائے کوترجیح دیتا ہے کہ کتاب وحکمت سے مراد قرآن وسنت ہے۔کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے اور قرآن وسنت کے مطابق احکام دیں گے۔اس لیے ضرورت ہے کہ انہیں قرآن وسنّت کی تعلیم بھی دی جائے۔

آیت نمبر(49)

﴿وَ رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۬ۙ اَنِّیۡ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ۙ اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَہَ وَ الۡاَبۡرَصَ وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَ مَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿ۚ۴۹﴾﴾

ط ی ن

(ض) طَیْنًا: گارے سے دیوار لیپنا۔

طِیْنٌ: اسم ذات ہے۔گارا۔آیت زیر مطالعہ۔

ھ ی ء

(ض) ھَیْئَۃً: خوش شکل ہونا۔

ھَیْئَۃٌ: اسم ذات بھی ہے۔شکل۔حلیہ۔آیت زیر مطالعہ۔

(تفعیل) تَھْیِئَۃً: کسی کوشکل دینا یعنی کسی کام کا سامان مہیا کرنا۔اسباب پیدا کرنا۔﴿وَ یُہَیِّیٔۡ لَکُمۡ مِّنۡ اَمۡرِکُمۡ مِّرۡفَقًا ﴿۱۶﴾﴾ (18/الکہف:16)''اوروہ اسباب پیدا کرے گا تمہارے لیے تمہارے کام میں آسانی کے۔''

ھَیِّئْ: فعل امر ہے۔تو سامان فراہم کر۔تو اسباب پیدا کر۔﴿رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً وَّ ہَیِّیٔۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾﴾ (18/الکہف:10)''اے ہمارے رب تو عطا کر ہم کو اپنے خزانے سے کچھ رحمت اور تو اسباب پیدا کر ہمارے لیے کام میں بھلائی کی راہ کے۔''

ن ف خ

(ن) نَفْخًا: پھونک مارنا۔آیت زیر مطالعہ۔

نَفْخَۃٌ: اسم ذات ہے۔پھونک۔﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ نَفۡخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ﴿ۙ۱۳﴾﴾ (69/الحاقۃ:13)''پھر جب پھونکی جائے گی صور میں پہلی پھونک۔''

ک م ہ

(س) کَمْھًا: اندھا ہونا۔

اَکْمَہُ: افعل التفضیل ہے۔پیدائشی اندھا۔آیت زیرِ مطالعہ۔

ب ر ص

(س) بَرَصًا: برص کا مریض ہونا۔

اَبْرَصُ: افعل التفضیل ہے۔برص کا پُرانا مریض۔کوڑھی۔آیت زیرِ مطالعہ۔

543

ذ	خ	ر

(ف) ذَخْرًا وقت ضرورت کے لیے جمع کرنا۔

(افتعال) اِذِّخَارًا مستقبل کے لیے اہتمام سے جمع کرنا۔ ذخیرہ کرنا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

ترکیب

رَسُوْلًا سے پہلے اگر یُبْعَثُ کو محذوف مانیں تو رَسُوْلًا اس کا مفعول ثانی ہے اور اگر یَکُوْنُ کو محذوف مانیں تو رَسُوْلًا اس کی خبر ہے۔ دوسری صورت زیادہ قرین قیاس ہے۔ اسی طرح اَنِّیْ سے پہلے وَیَقُوْلُ محذوف ہے۔ تَدَّخِرُوْنَ مادہ ''ذخر'' سے باب افتعال میں جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے۔ یہ اصلاً تَذْتَخِرُوْنَ تھا۔ پھر قاعدے کے مطابق افتعال کی تا کو ذ میں تبدل کر کے ادغام کیا تو تَذَّخِرُوْنَ ہوا اور یہ اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ پھر ''ذ'' کو ''د'' میں تبدیل کرنا قرآن مجید کی خصوصیت ہے۔

ترجمہ

وَرَسُوْلًا	اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ	اَنِّیْ	قَدْ جِئْتُکُمْ
اور (وہ ہوں گے) ایک رسول	بنواسرائیل کی طرف	(وہ کہیں گے) کہ میں	آیا ہوں تمہارے پاس

بِاٰیَۃٍ	مِّنْ رَّبِّکُمْ	اَنِّیْٓ	اَخْلُقُ	لَکُمْ	مِّنَ الطِّیْنِ
ایک نشانی کے ساتھ	تمہارے رب (کی طرف) سے	کہ میں	بناتا ہوں	تمہارے لیے	گارے سے

کَھَیْـَٔۃِ الطَّیْرِ	فَاَنْفُخُ	فِیْہِ	فَیَکُوْنُ	طَیْرًا	بِاِذْنِ اللّٰہِ
پرندوں کی شکل جیسا	پھر میں پھونکتا ہوں	اس میں	تو وہ ہو جاتا ہے	اُڑنے والا	اللہ کی اجازت سے

وَاُبْرِئُ	الْاَکْمَہَ	وَالْاَبْرَصَ	وَاُحْیِ	الْمَوْتٰی
اور میں شفا دیتا ہوں	پیدائشی اندھے کو	اور کوڑھی کو	اور میں زندہ کرتا ہوں	مُردہ کو

بِاِذْنِ اللّٰہِ	وَاُنَبِّئُکُمْ	بِمَا	تَاْکُلُوْنَ	وَمَا
اللہ کی اجازت سے	اور میں بتا دیتا ہوں تم لوگوں کو	وہ، جو	تم لوگ کھاتے ہو	اور وہ، جو

تَدَّخِرُوْنَ	فِیْ بُیُوْتِکُمْ	اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ	لَاٰیَۃً	لَّکُمْ
تم لوگ ذخیرہ کرتے ہو	اپنے گھروں میں	بیشک اس میں	ایک نشانی ہے	تمہارے لیے

اِنْ کُنْتُمْ	مُّؤْمِنِیْنَ
اگر تم لوگ ہو	ایمان لانے والے

آیت نمبر (50 تا 51)

﴿ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ وَجِئْتُکُمْ بِاٰیَةٍ
مِّنْ رَّبِّکُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝۵۰ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝۵۱ ﴾

ترکیب

مُصَدِّقًا حال ہے۔ بَیْنَ یَدَیْنِ میں یَدَیْنِ مضاف بنا تو نون اعرابی گر گیا اور اس کی مضاف الیہ یائے متکلم آئی تو یہ یَدَیْ یْ 243 ہوا۔ پھر دونوں یا کا ادغام کر کے یَدَیَّ بنا۔ اَطِیْعُوْا فعل امر ہے اور نِ ضمیر مفعولی نِیْ کا نون وقایہ ہے۔ (آیت نمبر ۲/ ۴۰، ترکیب)۔

ترجمہ

وَمُصَدِّقًا	لِّمَا	بَیْنَ یَدَیَّ	مِنَ التَّوْرٰىةِ	وَلِاُحِلَّ
اور تصدیق کرنے والا ہوتے ہوئے	اس کی جو	میرے سامنے ہے	تورات میں سے	اور تاکہ میں حلال کروں

لَکُمْ	بَعْضَ الَّذِیْ	حُرِّمَ	عَلَیْکُمْ	وَجِئْتُکُمْ
تمہارے لیے	اس کے بعض کو جو	حرام کیا گیا	تم لوگوں پر	اور میں آیا ہوں تمہارے پاس

بِاٰیَةٍ	مِّنْ رَّبِّکُمْ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاَطِیْعُوْنِ
ایک نشانی کے ساتھ	تمہارے رب (کی طرف) سے	پس تم لوگ تقویٰ کرو	اللہ کا	اور اطاعت کرو میری

اِنَّ اللّٰهَ	رَبِّیْ	وَرَبُّکُمْ	فَاعْبُدُوْهُ	هٰذَا	صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ
یقیناً اللہ	میرا رب ہے	اور تمہارا رب ہے	پس تم لوگ بندگی کرو اس کی	یہ	ایک سیدھا راستہ ہے

نوٹ۔1

آیات ۴۹ اور ۵۰ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت صرف بنو اسرائیل کے لیے تھی، تمام عالم کے لیے نہیں تھی۔ وہ کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آئے تھے بلکہ شریعت موسوی کی تجدید کے لیے آئے تھے اور یہ کام انہوں نے اُس تورات سے کیا جو اُس زمانے میں یہودیوں کے پاس تھی۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر صورتحال یہ تھی تو پھر انؑ کا بعض حرام چیزوں کو حلال کرنے کا کیا مطلب ہے۔ اس ضمن میں دو آراء ہیں۔ ایک یہ کہ شریعت موسوی کے بعض سخت احکام میں نرمی کی جیسے ایام سبت کے احکام بہت سخت تھے جنہیں نرم کیا۔ دوسری رائے یہ ہے کہ علماء یہود کے اختلاف، رہبانیت پسند لوگوں کے تشدد اور جہلاء کے توہم کی وجہ سے شریعت موسوی میں بعض ایسی چیزیں حرام قرار پا گئیں تھویں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُس وقت کی موجود تورات کی سند پر ایسی چیزوں کو دوبارہ حلال کیا۔ آیت نمبر۔ ۵۰ میں ماضی مجہول کا لفظ حُرِّمَ آیا ہے جس سے دوسری رائے کو تقویت ملتی ہے، لیکن پہلی رائے کو بھی غلط قرار دینا ممکن نہیں ہے۔ میرے خیال کے مطابق اس امکان کو بھی رد نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مذکورہ دونوں کام کیے ہوں۔

آیت نمبر (52 تا 54)

﴿ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا
بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَ
مَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ع ﴾

ح س س

543

(ن) **حَسًّا** جڑ سے اُکھاڑنا۔ قتل کرنا۔ ﴿اِذۡ تَحُسُّوۡنَهُمۡ بِاِذۡنِهٖ ۚ﴾ (3/آل عمران:152) ''جب لوگ قتل کرتے تھے ان کو اس کی اجازت سے۔''

(ض) **حِسًّا** حواسِ خمسہ کے ذریعہ کسی بات کا پتہ چلنا۔ محسوس ہونا۔

حَسِیۡسٌ فَعِیۡلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ ہلکی اور پست آواز۔ سرسراہٹ۔ ﴿لَا یَسۡمَعُوۡنَ حَسِیۡسَهَا ۚ﴾ (21/الانبیاء:102) ''وہ لوگ نہیں سُنیں گے اس کی سرسراہٹ۔''

(افعال) **اِحۡسَاسًا** حواسِ خمسہ کے ذریعہ پتہ چلانا۔ احساس کرنا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

(تفعّل) **تَحَسُّسًا** کوشش کر کے پتہ چلانا۔ سراغ لگانا۔

تَحَسَّسۡ فعل امر ہے۔ تو سراغ لگا۔ ﴿یٰبَنِیَّ اذۡهَبُوۡا فَتَحَسَّسُوۡا مِنۡ یُّوۡسُفَ وَ اَخِیۡهِ﴾ (12/یوسف:87) ''اے میرے بیٹو تم لوگ جاؤ پھر سراغ لگاؤ یوسف کا اور اس کے بھائی کا۔''

م ک ر

(ن) **مَکۡرًا** خفیہ تدبیر کرنا۔ چال چلنا (اچھے اور برے، دونوں مقصد کے لیے آتا ہے)۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

مَکۡرٌ اسم ذات بھی ہے۔ تدبیر۔ چال۔ ﴿وَلَا یَحِیۡقُ الۡمَکۡرُ السَّیِّیُٔ اِلَّا بِاَهۡلِهٖ ؕ﴾ (35/فاطر:43) ''اور نہیں پڑتی بُری چال مگر اپنے اہل پر یعنی چال چلنے والے پر۔''

مَاکِرٌ اسم الفاعل ہے۔ تدبیر کرنے والا۔ چال چلنے والا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

ترجمہ

فَلَمَّاۤ	اَحَسَّ	عِیۡسٰی	مِنۡهُمُ	الۡکُفۡرَ	قَالَ	مَنۡ	اَنۡصَارِیۡۤ
پھر جب	احساس کیا	عیسیٰؑ نے	ان لوگوں سے	انکار کا	تو انہوں نے کہا	کون	میرا مددگار ہے

اِلَی اللّٰهِ	قَالَ	الۡحَوَارِیُّوۡنَ	نَحۡنُ	اَنۡصَارُ اللّٰهِ	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ
اللہ کی طرف	کہا	حواریوں نے	ہم	اللہ کے مددگار ہیں	ہم ایمان لائے	اللہ پر

وَاشۡهَدۡ	بِاَنَّا	مُسۡلِمُوۡنَ	رَبَّنَاۤ	اٰمَنَّا
اور آپؑ گواہی دیں	کہ ہم	فرمانبرداری قبول کرنے والے ہیں	اے ہمارے رب	ہم ایمان لائے

بِمَاۤ	اَنۡزَلۡتَ	وَاتَّبَعۡنَا	الرَّسُوۡلَ	فَاکۡتُبۡنَا
اس پر جو	تو نے اُتارا	اور ہم نے پیروی کی	اِن رسولؑ کی	پس تو لکھ دے ہم کو

مَعَ الشّٰهِدِیۡنَ	وَمَکَرُوۡا	وَمَکَرَ	اللّٰهُ	وَاللّٰهُ
گواہی دینے والوں کے ساتھ	اور ان لوگوں نے چال چلی	اور تدبیر کی	اللہ نے	اور اللہ

خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ
بہترین تدبیر کرنے والا ہے

آیت نمبر (55تا57)

543

﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ
فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۵۵
فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۵۶ وَاَمَّا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۷ ﴾

ترکیب

مَرْجِعُكُمْ مبتداء مؤخر ہے۔اس کی خبر محذوف ہے اور قائم مقام خبر مقدم ہے۔اس میں مَرْجِعٌ مصدر بھی ہوسکتا ہے اور اسم الظرف بھی۔ہم مصدر ہونے کو ترجیح دیں گے۔اُعَذِّبُ کا مفعول هُمْ اور عَذَابًا شَدِيْدًا مفعول مطلق ہے۔مِنْ نّٰصِرِيْنَ کا مِنْ تبعیضیہ ہے۔

ترجمہ

اِذْ قَالَ	اللّٰهُ	يٰعِيْسٰٓى	اِنِّىْ	مُتَوَفِّيْكَ
جب کہا	اللہ نے	اے عیسیٰؑ	بیشک میں	پورا پورا لینے والا ہوں آپؑ کو

وَرَافِعُكَ	اِلَىَّ	وَمُطَهِّرُكَ
اور میں اُٹھانے والا ہوں آپؑ کو	اپنی طرف	اور میں نجات دلانے والا ہوں آپؑ کو

مِنَ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَجَاعِلُ	الَّذِيْنَ	اتَّبَعُوْكَ
ان لوگوں سے جنہوں نے	انکار کیا	اور میں بنانے والا ہوں	ان کو جنہوں نے	پیروی کی آپؑ کی

فَوْقَ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	ثُمَّ	اِلَىَّ
ان سے اوپر جنہوں نے	انکار کیا	قیامت کے دن تک	پھر	میری طرف ہی

مَرْجِعُكُمْ	فَاَحْكُمُ	بَيْنَكُمْ	فِيْمَا	كُنْتُمْ	فِيْهِ
تم لوگوں کا لوٹنا ہے	تب میں فیصلہ کروں گا	تمہارے مابین	اس میں	تم لوگ	جس میں

تَخْتَلِفُوْنَ	فَاَمَّا الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فَاُعَذِّبُهُمْ	عَذَابًا شَدِيْدًا
اختلاف کرتے تھے	پس وہ جنہوں نے	انکار کیا	ان کو تو میں عذاب دوں گا	ایک شدید عذاب

فِى الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَمَا لَهُمْ	مِّنْ نّٰصِرِيْنَ
دنیا میں	اور آخرت میں	اور ان کے لیے نہیں ہے	کسی قسم کا کوئی مدد کرنے والا

وَاَمَّا الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوْا	الصّٰلِحٰتِ	فَيُوَفِّيْهِمْ
اور وہ جو	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	نیک	ان کو تو وہ پورا پورا دے گا

اُجُوْرَهُمْ	وَاللّٰهُ	لَا يُحِبُّ	الظّٰلِمِيْنَ
ان کے اجر	اور اللہ	پسند نہیں کرتا	ظلم کرنے والوں کو

نوٹ۔1

آیت نمبر۔2/40 کی لغت میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ باب تفعّل میں تَوَفِّیْ ۔ یَتَوَفّٰی کے اصلی معنی ہیں ''پورا پورا لے لینا۔'' پھر اس سے موت دینا مراد لیا جاتا ہے، جو کہ اس کے مجازی معنی ہیں۔ اس آیت میں لفظ مُتَوَفِّیْ آیا ہے جو اس کا اسم الفاعل ہے۔ اس کے اصلی معنی ہیں پورا پورا لے لینے والا، اور اس کے مجازی معنی ہیں موت دینے والا۔

اس قسم کے الفاظ کے متعلق اصول یہ ہے کہ عبارت یا جملہ میں کوئی ایسا قرینہ موجود ہو کہ ایسے لفظ کے اصلی معنی لینا ممکن نہ ہو، تب مجازی معنی لیے جاتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا قرینہ موجود ہو کہ مجازی معنی لینا ضروری ہو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی صورت نہ ہو تو پھر عام طور پر لفظ کے اصلی معنی ہی لیے جاتے ہیں۔

آیت زیرِ مطالعہ میں مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت موجود نہیں ہے۔ اس لیے اصولاً مُتَوَفِّیْکَ اصلی معنی ہی لیا جانا چاہیے۔ اب یہ ایک غیر معمولی بات ہے کہ یہاں ایک ایسا قرینہ موجود ہے جس کی وجہ سے مجازی معنی لینا ممکن نہیں رہتا اور وہ یہ کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے بعد وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ بات بہت واضح ہے کہ لفظ مُتَوَفِّیْ کا معنی مراد یعنی صاحب کلام کا مطلب اگر ''موت دینے والا'' ہوتا تو پھر رَافِعُکَ کا اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس اضافے نے مُتَوَفِّیْ کے مجازی معنی کے امکان کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دیا ہے۔

فعل رَفَعَ بھی دو معانی میں آتا ہے۔ (۱) جسمانی طور پر اُٹھانا۔ (۲) درجات یا رُتبہ کے لحاظ سے بلند کرنا۔ قرآن مجید میں اس کے مختلف صیغے اور مشتقات 29 مقامات پر آئے ہیں، کہیں پہلے اور کہیں دوسرے معنی میں۔ اس ضمن میں نوٹ کرنے والی بات یہ ہے کہ پورے قرآن مجید میں اس کے ساتھ اِلٰی کا صلہ صرف دو مقامات پر آیا ہے، ایک آیت زیرِ مطالعہ میں اور دوسرا آیت نمبر۔۴/۱۵۸ میں۔ دونوں جگہ یہ حضرت عیسیٰؑ کے لیے آیا ہے اور دونوں جگہ اِلٰی کی نسبت اللہ کی طرف ہے۔ اس کی وجہ سے یہ امکان ختم ہو جاتا ہے کہ مذکورہ دونوں مقامات پر حضرت عیسیٰؑ کے رُتبہ کی بلندی کا معنی لیا جائے۔ اس لیے اس آیت کا معنی مراد یہی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو ان کے جسم کے ساتھ اللہ نے آسمان میں اُٹھایا۔

جو لوگ اس آیت میں لفظ مُتَوَفِّیْ کا مطلب ''موت دینے والا'' لیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ امت کے مفسرِ قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اس کے یہی معنی لیے ہیں۔ یہ بات درست ہے لیکن انہوں نے آیت کے معنی مراد کو بھی قائم رکھا ہے۔ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ''میں آپ علیہ السلام کو اپنی طرف اُٹھالوں گا پھر آخر زمانہ میں آپ علیہ السلام کو طبعی طور پر وفات دوں گا۔'' (درمنثور، ج2 ص36۔ منقول از معارف القرآن)۔ یعنی آیت کے الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہے۔ پہلے رَافِعُکَ کا وقوع ہوگا اور اس کے بعد مُتَوَفِّیْکَ کا وقوع ہوگا۔

امام رازیؒ نے نے نشاندہی کی ہے کہ بعض مصلحتوں کے تحت قرآنِ کریم میں اس طرح کی تقدیم و تاخیر بکثرت آئی ہے کہ جو واقعہ بعد میں ہونے والا تھا اس کو پہلے اور پہلے ہونے والے واقعہ کو بعد میں بیان فرمایا (تفسیر کبیر، ج2، ص481 منقول از معارف القرآن)۔ آیت زیرِ مطالعہ میں تقدیم و تاخیر کس مصلحت سے کی گئی ہے، اس کی وضاحت معارف القرآن میں دی ہوئی ہے۔ خواہشمند حضرات وہاں سے مطالعہ کر لیں۔

اس طرح آیت زیرِ مطالعہ اور آیت نمبر۔4/187 نص صریح ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جسمانی طور پر آسمان میں اُٹھایا ہے اور حضرت ابن عباس کی تفسیر کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں واپس آنے کی سند بھی آیت زیرِ مطالعہ میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ ایک سو سے زائد احادیث میں مختلف پیرائے میں جو خبریں دی گئی ہیں ان کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی اور ان کی واپسی ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہو جاتی ہے۔